سوَرہ(ونی) کی شرعی حیثیت کا تحقیقی جائزہ

The Custom of *Swarah* and Sharī'ah Law: An Analysis

ابظاہر خان*

محمد عادل**

Abstract

Swarah (vani) is a child or unmarried adolescence girl whose hand is forcibly given in merriage by her father, brother or other male relative to a member of opposite clan for attaining peace in lieu of murder or adultery committed by anyone or all of them. This custom is in practice in Pashtun areas since the last 400 years. Being a grave social evil, the practice of swarah is totally in contrary to Islamic teachings and norms of justice. The present article refutes this tradition, which unfortunately still exists in some isolated parts of Khyber Pakhtunkhwa and Afghanistan with soild argument based on the Qur'ān and Sunnah, i.e. the Sharī'ah law.

پشتون ایک قدیم قوم ہے اور ان کی اکثر روایات قدرتی طور پر اسلامی احکامات کے مطابق ہیں، مثلاً پردہ کرنا پشتون روایات کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پشتون علاقے میں رہنے والی غیر مسلم اقوام جو اسلامی احکامات کو نہیں مانتیں وہ صرف پشتون ہونے کی وجہ سے پردہ کی پابندی کرتی ہیں۔ اسی طرح بہت سارے اور اسلامی احکامات پشتون روایات کا حصہ ہیں۔ جیسے مہمان نوازی اور مشاورت (جرگہ) وغیرہ۔ لیکن بعض پشتون روایات ایسی بھی ہیں، جو اسلامی احکامات کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہیں۔ ان غیر اسلامی روایات میں سے ایک قبیح رسم "سوَرہ" بھی ہے۔

پشتون معاشرے میں جب ایک قبیلے کا آدمی دوسرے قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر دیتا ہے یا دوسرے قبیلے کی لڑکی کے ساتھ بدکاری کا مرتکب ہوتا ہے، تو مجرم شخص کی بہن یا بیٹی کو بطور بدلِ صلح متاثرہ قبیلے کے کسی شخص کو نکاح میں دیا جاتا ہے۔ اس رسم اور متاثرہ لڑکی دونوں کو سوَرہ کہا جاتا ہے [1]۔ غالباً یہ رسم پشتون قبائل سے پنجاب اور سندھ میں پھیل کر "ونی" کہلایا۔

"سوَرہ" لغوی طور پر واحد مونث وہ خاتون ہے جو اونٹ یا کسی دوسرے جانور پر سوار ہو۔ پرانے زمانے میں جب اونٹ، گھوڑے اور گدھے کے علاوہ سواری کے دیگر ذرائع نہیں تھے تو دلہن کو عام طور پر اونٹ پر

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

** ایم فل ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

سوار کر کے اپنے نئے گھر رخصت کیا جاتا تھا۔ اسی طرح جب دو متحارب فریقوں میں صلح کراتے وقت بدلِ صلح کے طور پر دی جانے والی لڑکی کو اونٹ پر بٹھا کر مخالف فریق کے گھر بھیجا جاتا تو متاثرہ لڑکی کو سوَرہ کہا جاتا تھا اور پھر اسی مناسبت سے یہ رسم بھی سوَرہ کے نام سے مشہور ہوا۔

سوَرہ کے آغاز کی کہانی کچھ یوں ہے کہ تقریباً چار سو (400) سال پہلے میانوالی کے دو قبیلوں میں ایک خونی لڑائی ہوئی تھی، جس میں آٹھ سو (800) افراد قتل ہوئے تھے۔ اس لڑائی کے خاتمہ کے لئے ٹانک کے نواب کی سربراہی میں ایک جرگہ منعقد ہوا، جس نے اس دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنے کے لئے یہ حل پیش کیا کہ دونوں فریق ایک دوسرے کو صلح میں لڑکیاں دیں، جس سے ان دونوں میں رشتہ داری اور بھائی چارہ قائم ہو جائے گا، اس طرح اس خونی لڑائی اور دشمنی کو اس طریقہ سے حل کر لیا گیا[2]۔ نیک نیتی سے شروع کیا گیا یہ سلسلہ پھر جب تواتر کے ساتھ عمل میں لایا جانے لگا، تو رفتہ رفتہ اس نے ایک قبیح رسم کی شکل اختیار کی اور لازمی جز کی حیثیت سے پشتون معاشرے کا حصہ بن گیا۔

قرآن کریم سے سوَرہ کی حرمت کا ثبوت

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ سوَرہ میں متاثرہ لڑکی کو اس کے باپ، بھائی یا چچا کے جرم کی سزا دی جاتی ہے، حالانکہ قرآن کریم کی کئی آیات مبارکہ اس عمل (ایک انسان کی سزا دوسرے کو دینے) کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۶۴ کا ترجمہ ہے: "کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔ اس آیت کی شان نزول کے بارے میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "جاہلیت میں انسان کو اس کے باپ، بیٹے یا دوست کے جرم میں سزا دی جاتی، جس کی تردید کے لئے یہ آیت کریمہ نازل کی گئی"۔[3] پھر اسی آیت کی تفسیر میں مزید فرماتے ہیں: "یہ احتمال ہے کہ یہ حکم دنیا میں بھی جاری ہو کہ زید کو عمرو کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا اور جو جرم کرے گا سزا اسی کو ملے گی"۔[4] علامہ ابن عربی نے بھی اسی آیت کے متعلق وضاحت سے فرمایا ہے کہ اس میں جاہلیت کے اس برے رسم کو رد کیا گیا ہے جس کے تحت کسی شخص کو باپ، بیٹے یا دوست کے جرم کی سزا دی جاتی تھی۔ اس کے بعد صراحۃً فرمایا ہے کہ یہ حکم دنیا و آخرت دونوں میں نافذ ہو گا جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو کسی دوسرے کے جرم کی سزا نہیں دی جائے گی۔[5]

سورۃ النجم کی آیات ۳۶تا۳۸ کے متعلق علامہ ابن جریر الطبری سیدنا ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انسان کو اس کے دوست کے جرم کی سزا دی جاتی یہاں تک کہ انہوں نے آکر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ ایک انسان کو دوسرے کے جرم میں نہیں پکڑا جا سکتا۔[6] انہی آیات کریمہ کی تفسیر میں علامہ قرطبی اور علامہ سمعانی کی بھی تقریباً یہی رائے ہے۔[7]

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۶۸ لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت کی تفسیر میں علامہ ابو بکر الجصاص رقم طراز ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مکلفین کے افعال کے احکام کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ خود ان کے ساتھ متعلق ہوں گے اور یہ کہ انہیں اپنے علاوہ کسی اور پر تصرف حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ کسی اور کے سزا میں پکڑے جائیں گے[8]۔ ان آیات کریمہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایک انسان کے جرم کی سزا دوسرے کو نہیں ملے گی چاہے وہ انتہائی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، لہٰذا ان دلائل کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ سوَرہ کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے۔

احادیث سے حرمت کا ثبوت

کتب احادیث میں سوَرہ کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) غیر مجرم کو سزا دینے کے حوالے سے وارد روایات:

رسول اللہ ﷺ نے کئی مواقع پر ایک انسان کے جرم کی سزا دوسرے کو دینے سے منع فرمایا ہے:

۱۔ سنن ابی داؤد میں منقول حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو رمثہؓ[9] سے ان کے بیٹے کے متعلق فرمایا کہ: " إنه لا يجني عليك، ولا تجنى عليه"[10]۔ "اس کی جنایت کا بدلہ تم پر اور تمہاری جنایت کا بدلہ اس پر نہیں"۔ اس حدیث مبارک کی تشریح مرقاۃ المفاتیح میں ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں باپ اور بیٹے سے ایک دوسرے کے جرم کا بدلہ لینا لازم سمجھا جاتا تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کے اس غلط خیال کو ختم کرنے کے لیے یہ الفاظ ذکر فرمائے۔[11] یہ حدیث الفاظ کے اختلاف کے ساتھ شمائل ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور مستدرک میں منقول ہے۔ امام ترمذی اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔[12]

۲۔ سنن نسائی کی حدیث ہے: ''لا يؤخذ الرجل بجريرة أبيه، ولا بجريرة أخيه''[13]۔ (کسی انسان کو اس کے باپ اور بھائی کے جرم کی سزا نہیں ملے گی)۔ اس حدیث میں بھی واضح طور پر جاہلیت کی رسمِ بد کی تردید موجود ہے۔ اس روایت کو مسند احمد اور مسند بزار میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں بھی یہ مفہوم پایا جاتا ہے۔[14]

(ب) صلح کے ناجائز شروط پر مشتمل ہونے کے حوالے سے وارد روایات:

مسلمانوں کے درمیان صلح جائز بلکہ مستحسن عمل ہے، مگر جب صلح میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنانے کی شرط رکھی جائے، تو اسلام نے ایسی صلح سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما''[15]۔

''مسلمانوں کے درمیان ہر صلح جائز ہے مگر ایسی صلح جائز نہیں، جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے''جب کہ سوَرہ میں آزاد کو مال بنایا جاتا ہے، جو کہ حرام ہے۔

اسی طرح ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من اشترط شرطا ليس في كتاب الله فهو باطل وإن كان مائة شرط''۔[16] (اگر کوئی ایسی شرط رکھے، جو کتاب اللہ کے خلاف ہو، تو وہ باطل ہوگا، اگرچہ سو شرائط ہوں)۔ سوَرہ میں آزاد کو مال بنانے کی شرط رکھنا بھی شروطِ فاسدہ میں سے ہے اور حدیث مبارک میں ایسے شرط کو باطل کہا گیا ہے۔

(ج) حد شرعی سے صلح کے حوالے سے وارد روایات:

اللہ تعالیٰ نے چار جرائم کی سزا خود قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے، جنہیں حدود کہا جاتا ہے۔ پشتون معاشرے میں حدود سے صلح میں بھی سوَرہ دی جاتی ہے، جب کہ حدود سے صلح کرنا کسی صورت جائز نہیں کیونکہ اگر حد ثابت ہو چکا ہو، تو پھر کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے ساقط کردے حتٰی کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی اس کا ساقط کرنا جائز نہیں اور اگر حد ثابت نہیں ہوا ، تو پھر صلح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جیسے صحیح البخاری کی ایک حدیث میں ہے: ''قال إن ابني كان عسيفا على هذا زنى بامرأته فأخبروني أن على ابني الرجم فافتديت منه بمائة شاة وجارية لي ثم إني سألت أهل العلم فأخبروني أن ما على ابني جلد مائة وتغريب عام وإنما الرجم على امرأته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما والذي نفسي بيده لأقضين بينكما بكتاب الله أما غنمك وجاريتك فرد عليك وجلد ابنه مائة وغربه عاما وأمر أنيس الأسلمي أن يأتي امرأة الآخر فإن اعترفت رجمها فاعترفت فرجمها''۔[17] (اس نے کہا میرا ایک بیٹا اس شخص کے ہاں نوکر تھا۔ اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم (سنگساری) کی سزا جاری ہوگی، میں نے فدیہ میں اس شخص کو سو بکریاں اور ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا، انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال جلاوطنی کی سزا ہے اور اس کی بیوی پر رجم (سنگساری) کی سزا ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا اور وہ یہ ہے کہ تیری بکریاں اور لونڈی تجھے واپس کر دی جائیں گی اور تیرے بیٹے پر سو کوڑوں کی اور ایک سال جلاوطنی کی سزا جاری ہوگی ورانیس کو حکم دیا کہ اس شخص کی بیوی کے پاس جائے، اگر وہ اقرار کرے تو اسے رجم (سنگسار) کردے، پس اس عورت نے اقرار کیا، تو اسے رجم کر دیا گیا)۔ اس حدیث مبارک کی رو سے رسول اللہ ﷺ نے حد سے کی گئی صلح کو رد فرمایا اور بدلِ صلح میں دی گئی باندی اور بکریوں کو واپس کرنے کا حکم دیا، جو حدود سے کی جانے والی صلح میں سوَرہ (متاثرہ لڑکی) دیے جانے کے عدم جواز پر واضح دلیل ہے۔

کتب فقہ سے حرمت کا ثبوت

کتب فقہ میں سوَرہ کی حرمت کی کئی وجوہات ذکر ہیں:

(الف) صلح بغیر مال:

صلح اگر قصاص سے ہو، تو یہ نکاح کے حکم میں ہو گا اور بدلِ صلح ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے، جس کا نکاح میں مہر مقرر کرنا صحیح ہو، جب کہ سوَرہ (متاثرہ لڑکی) جو اکثر اوقات صلح عن القصاص میں بطور بدل صلح دی جاتی ہے، وہ آزاد ہوتی ہے اور آزاد کا بطور مہر دینا جائز نہیں کیونکہ آزاد مال نہیں بن سکتا، جیسا کہ مبسوط میں ہے: ''كل ما يصلح أن يكون صداقا في النكاح يصلح أن يكون عوضا في الصلح عن القصاص''۔[18] (ہر وہ چیز جو نکاح میں بطورِ مہر دینا صحیح ہو وہ صلح عن القصاص میں بطور بدلِ صلح صحیح ہو گا)۔ اس کے بعد اس بات پر تصریح کی کہ آزاد کو بدلِ صلح نہیں بنایا جا سکتا اور اس حالت میں صلح بغیر عوض معافی کے حکم میں ہو گی: ''ولو قطع رجل يد رجل عمدا فصالحه على خمر أو خنزير أو على حر وهو يعرفه فهو عفو ولا شيء للمقطوعة يده لأنه أسقط حقه بغير عوض فالخمر والخنزير والحر ليس بمال متقوم''۔[19] (اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کا ہاتھ قصداً کاٹ دیا اور پھر شراب، خنزیر یا آزاد کو بدلِ صلح بنایا اور یہ بات ہاتھ کٹنے والے کو معلوم ہو، تو ان چیزوں کا مالِ متقوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ صلح بغیر عوض معافی کے حکم میں ہو گی)

علامہ سمرقندی[20] فرماتے ہیں کہ جس کا مہر مقرر کرنا صحیح نہیں اس کا قصاص سے صلح میں بدلِ صلح مقرر کرنا صحیح نہیں: ''إن كان البدل مما يصلح مهرا في النكاح وتصح تسميته يجب ذلكوإن كان مما لا يصلح مهرا ولا تصح تسميته ويجب في ذلك مهر المثل تجب هاهنا دية النفس في القتل وأرش الجناية فيما دون النفس''۔[21] (اگر بدلِ صلح ایسی چیز ہو جس کو نکاح میں مہر بنانا صحیح ہو، تو وہ واجب ہو گا اور اگر اس کا مہر مقرر کرنا صحیح نہ ہو اور نکاح میں اس کے مسمی کرنے سے مہرِ مثل لازم ہو، تو قصاص اور جنایت سے صلح کرنے میں دیت اور جنایت کا تاوان لازم ہو گا)۔

تبیین الحقائق میں علامہ زیلعی[22] لکھتے ہیں: ''الصلح بمنزلة النكاح يعني أن كل ما يصلح تسميته مهرا في النكاح يصلح بدل الصلح''۔[23] (صلح عن القصاص نکاح کے حکم میں ہے یعنی جس چیز کا مہر مقرر کرنا صحیح ہو اس کا بدلِ صلح بنانا صحیح ہو گا)۔ علامہ کاسانی[24] فرماتے ہیں: '' إذا صالح على عبد فإذا هو حر لا يصح الصلح''۔[25] (اگر غلام کو آزاد سمجھ کر صلح کی اور بعد میں اس کی حریت معلوم ہوئی، تو صلح صحیح نہیں ہو گی)۔ جب لاعلمی میں غلام کو آزاد سمجھ کر صلح کی اور بعد میں اس کی حریت معلوم ہو گئی، تو صلح صحیح نہیں ہو گی اور جب پہلے ہی سے حریت کا علم ہو، تو پھر تو بطریق اولیٰ صحیح نہیں ہو گی اور رسمِ سوَرہ میں پہلے سے متاثرہ لڑکی کی حریت معلوم ہوتی ہے۔

(ب) حرام کا مقدمہ:

شریعتِ اسلامی نے انسان کو کسی بھی گناہ سے محفوظ رکھنے کے لئے ان چیزوں کو بھی حرام کر دیا ہے، جو گناہ کی طرف لے جانے والی ہوں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زنا العينين النظر وزنا الشفتين التقبيل وزنا اليدين البطش وزنا الرجلين المشي''۔[26] (آنکھوں کا زنا دیکھنا، ہونٹوں کا زنا چومنا، ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پاؤں کا زنا چلنا ہے) کیونکہ یہ تمام زنا کے لئے سبب اور مقدمہ بنتے ہیں اسی طرح علامہ زرکشی[27] فرماتے ہیں: ''أسباب الحرام حرام''۔[28] (حرام کے اسباب حرام ہیں)۔ سوَرہ بھی کئی محرمات کا مقدمہ اور سبب ہے۔ اسلام نے شوہر پر بیوی کے بہت سے حقوق مقرر کئے ہیں اور ان سے اچھے طریقے سے پیش آنے کی ترغیب دی ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خيركم خيركم لأهله''۔[29] (تم میں سے بہتر وہ ہے، جو اپنے اہل (بیوی) سے اچھی طرح پیش آئے) جب کہ سوَرہ میں دی جانے والی لڑکی سے سارے حقوق سلب کر لئے جاتے ہیں۔ سورہ (متاثرہ لڑکی) نکاح کے باوجود بیوی تصور نہیں کی جاتی اور نہ اسے بیوی کی حیثیت سے کوئی عزت دی جاتی ہے، بلکہ وہ باندی جیسی زندگی گزارتی ہے اور ہمیشہ سورہ ہونے کے طعنے سنتی ہے، جب کہ اس کے متعلق معاشرے میں کہا جاتا ہے کہ یہ فعل بد کے نتیجے میں آئی ہے اور تمام زندگی وہ یہ داغ نہیں دھو پاتی۔ اسے یہ حق بھی حاصل نہیں ہوتا کہ اپنے ماں باپ کے گھر جائے، بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ والدین کی فوتگی کے موقع پر بھی اسے میکے جانے نہیں دیا جاتا۔ چونکہ بیوی کو اسلام کے دیے ہوئے حقوق سے محروم کرنا حرام ہے اور سورہ کی رسم اس حرام کا مقدمہ اور سبب بنتا ہے، اس لئے اوپر مذکور قاعدے سے رسمِ سورہ بھی حرام ہے۔

(ج) سوءِ اختیار:

شریعتِ اسلامی نے نابالغ کے نکاح کی صورت میں اس کو خیار بلوغ کا حق دیا ہے، لیکن جب نکاح کرانے والا باپ یا باپ کی غیر موجودگی میں دادا ہو، تو پھر ان کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہوگا جیسے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: ''إذا زوج الصَّغِيرَة وَالصَّغِير والدهما اَوْ الجْد أَب الْأَب إِذا كَانَ الْوَالِد مَيتا فَالنِّكَاح جَائِز وَلَا خِيَارلَهما''۔[30] (جب نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح باپ کرائے یا باپ کے مرنے کی صورت میں دادا نکاح کرائے، تو نکاح جائز ہوگا اور ان کے لئے خیارِ بلوغ نہیں ہوگا) اور خیار بلوغ سے محرومی باپ اور دادا کے کمال شفقت کی وجہ سے ہے: ''فلا خيارلهمابعد بلوغهمالأنهما كاملا الرأي وافرا الشفقة''۔[31] (باپ اور دادا میں کامل شفقت کی وجہ سے ان کے لئے خیارِ بلوغ نہیں ہوگا)۔ مگر جب اس خیار کا اصل سبب شفقت نہ رہے اور باپ ذاتی فوائد کے لئے کُف کا خیال رکھے بغیر اپنے اختیار کا غلط استعمال کرے، تو فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ باپ اور دادا کے لئے اس صورت میں سرے سے نکاح کرانا جائز نہیں ہوگا اور ان کا کیا ہوا نکاح باطل ہوگا جیسے شامی میں ہے: ''لوعرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا

يجوزعقده إجماعا''۔[32] (اگر باپ بے وقوفی یا لالچ کے سبب سوء اختیار میں معروف ہو، تو نکاح جائز نہیں ہو گا)۔ سورہ کے معاملے میں باپ کا سیئ الاختیار ہونا بالکل ظاہر ہے اس لئے کہ بسا اوقات تو اسے پتا بھی نہیں ہوتا کہ میری بیٹی کا نکاح کس سے ہو گا، بلکہ وہ اپنے آپ یا کسی رشتہ دار کو بچانے کے لئے بیٹی کو مخالفین کے گھر بھیج دیتا ہے اور اگر خوش قسمتی سے اسے معلوم بھی ہو، تب بھی وہ لڑکے کا کردار، عمر، خاندان جانے بغیر ہی بیٹی کا نکاح کر دیتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جرگہ فریقین سے ہر قسم کے فیصلے کا اختیار لے لیتا ہے اور باپ کے علم میں لائے بغیر اس کی جس بیٹی کا چاہے مخالف فریق کے کسی بھی لڑکے سے نکاح کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ میں دی جانے والی لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا اور بغیر انعقاد نکاح کے اپنی بیٹی کو بلوغت تک غیر کے گھر باندی بنا کے رکھنا کسی صورت جائز نہیں۔

(د) بالغہ کی عدم اجازت:

اوپر مذکور دلائل میں نابالغ لڑکی کے سورہ میں دئے جانے کی نفی بیان کی گئی تھی، جب کہ بعض اوقات سورہ دی جانے والی لڑکی بالغ ہوتی ہے اور اسلام نے بالغہ لڑکی کو اپنے نفس کا اختیار دیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا ہے: ''الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأذن في نفسها، وإذنها صماتها''۔[33] (ثیبہ کا اپنے نفس کے متعلق اختیار اپنے ولی سے بڑھ کر ہے اور باکرہ سے اس کے نفس کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس کی اجازت اس کا سکوت اختیار کرنا ہے)۔ اسی طرح سنن نسائی میں روایت ہے: ''الأيم أحق بنفسها من وليها''۔[34] (ثیبہ کا اپنے نفس کے متعلق اختیار اپنے ولی سے بڑھ کر ہے) جب کہ صحیح بخاری میں روایت ہے: ''أنكحها أبوها وهي كارهة، فرد النبي صلى الله عليه وسلم ذلك''۔[35] (اس (لڑکی) کے باپ نے اس کی رضا کے بغیر نکاح کرایا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو رد فرمایا)۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ بالغہ کی نکاح میں اس سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور رسول اللہ ﷺ نے عدمِ رضا کی صورت میں نکاح کو کالعدم قرار دیا تھا۔ سورہ کی صورت میں بالغہ کو اس حق سے مکمل طور پر محروم رکھا جاتا ہے، جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ نکاح کے بعد بالغہ اگر نکاح پر راضی ہو، تو نکاح قائم رہے گا، اگرچہ اس کو اپنے اختیار سے محروم رکھنا شریعت کی سراسر خلاف ورزی اور حرام ہے اور اگر بالغہ نکاح کے بعد راضی نہ ہو، تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

نتائج

سوَرہ ایک قبیح اور غیر شرعی رسم ہے۔ شریعتِ اسلامی میں ایک انسان کے جرم کی سزا دوسرے انسان کو دینا سخت ممنوع ہے۔ زنا ثابت ہونے کے بعد زانی سے صلح کرنا جائز نہیں۔ حر (آزاد) کو کسی صورت میں مال بنانا جائز نہیں، اس لئے اس کا بدلِ صلح میں دینا بھی جائز نہیں۔ حرام کی طرف لے جانے والا ہر کام حرام ہے۔ سوءِ اختیار کے معاملے شہرت شرط نہیں، بلکہ فقط سوءِ اختیار ثابت ہونے سے ہی باپ کا کیا ہوا نکاح باطل ہو جاتا ہے۔ بالغہ اگر نکاح کی اجازت نہ دے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ سوَرہ غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ لاتعداد معاشرتی برائیوں کا بھی سبب بنتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]Taiazi,Dr sherzaman,Jirga system in tribal life, Peshawar, Peshawar university, 2007,P.1

[2]Vani a social evil, A Hashmi & R M koukab,the fict, july 2004, retrieved from www.the fict.com

[3]القرطبی، محمد بن احمد، تفسیر قرطبی، القاہرۃ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء، ۷ : ۱۵۶

[4]ایضاً

[5]ابن العربی، محمد بن عبد اللہ ابو بکر، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العملیۃ، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء، ۲ : ۳۰۰

[6]الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تأویل ای القرآن، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء، ۲۲ : ۵۴۲

[7]دیکھیے تفسیر قرطبی، ۱۷ : ۱۱۳؛ ابو المظفر السمعانی، منصور بن محمد (۴۲۶ھ-۴۸۹ھ)، تفسیر القرآن، الریاض، دار الوطن ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء، ۵ : ۳۰۱۔ آپ خراسان کے مفتی اور امام تھے، بغداد، نیشاپور اور مکہ مکرمہ کے شیوخ سے احادیث لیں۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر القرآن، الاصطلام اور القواطع مشہور ہیں۔ (الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۹۵ء، ۱۹ : ۱۱۷)

[8]الجصاص، احمد بن علی ابو بکر الرازی، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، ۱ : ۶۵۳

[9]حبیب بن حیان التیمی ابو رمثہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے احادیث نقل فرمائی ہیں۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں ایاد بن لقیط اور ثابت بن منقذ شامل ہیں۔ سنن ثلاثہ میں آپ سے روایات منقول ہیں۔ (ابن حجر، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ، ۷ : ۱۱۸)

[10]ابو داوَد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوَد، کتاب الدیات، باب لا یوٴخذ أحد بجریرۃ اخیہ، بیروت، المکتبۃ صیدا، حدیث: ۴۴۹۵

[11]ملا علی قاری، علی بن محمد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۲ء، ۶ : ۲۲۷۲

[12] دیکھیے الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، شمائل الترمذی، باب ما جاء فی خضاب رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، بیروت، دار احیاء التراث العربی، حدیث:۴۴

[13] النسائی، احمد بن شعیب بن علی، سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب تحریم القتل، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، ۱۴۰۶ھ /۱۹۸۶ء، حدیث:۴۱۲۷

[14] دیکھیے احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد، مسند المدنیین، حدیث ابی رزین العقیلی، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ ، ۱۴۲۱ھ /۲۰۰۱ء، حدیث:۱۶۲۰۶

[15] سنن الترمذی، ابواب الأحکام، باب ماذکر عن رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فی الصلح بین الناس، حدیث:۱۳۵۲

[16] بخاری، محمد بن اسمٰعیل ، صحیح، کتاب البیوع، باب البیع والشراء مع النساء، بیروت، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ /۲۰۰۲ء، حدیث:۲۱۵۵

[17] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا، حدیث:۶۸۲۷

[18] السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ /۱۹۹۳ء، ۲۱ :۱۱

[19] المبسوط للسرخسی، ۲۱ :۱۳

[20] محمد بن احمد بن ابی احمد علاالدین السمرقندی (وفات ۵۳۰ھ) حلب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ احناف کے کبار فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنی تصنیف تحفۃ الفقہاء سے شہرت پائی۔ (زرکلی، خیر الدین بن محمود، اعلام، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۴۲۲ھ /۲۰۰۲ء، ۵ : ۳۱۷)

[21] سمرقندی، محمد بن احمد، تحفۃ الفقہاء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ /۱۹۹۴ء، ۳ : ۲۵۴

[22] عثمان بن علی فخر الدین الزیلعی (وفات ۷۴۳ھ) حنفیہ کے مشہور فقیہ تھے، آپ نے قاہرہ میں علوم حاصل کئے۔ آپ نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنزالدقائق کی شرح تبیین الحقائق تصنیف فرمائی۔ (اعلام للزرکلی، ۳ :۲۱۰)

[23] زیلعی، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، القاہرۃ، المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ، ۱۳۱۳ھ، ۵ :۳۵

[24] ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی (وفات ۵۸۷ھ) حنفیہ کے معروف فقیہ علامہ سمرقندی کے داماد ہیں۔ آپ نے علامہ سمرقندی کے کتاب التحفۃ کی شرح بدائع الصنائع کے نام سے لکھی۔ (ابن قطلوبغا، قاسم بن قطلوبغا السودونی، تاج التراجم، دمشق، دار القلم، ۱۴۱۳ھ /۱۹۹۲ء، ۱ : ۳۲۹)

[25] الکاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ /۱۹۸۶ء، ۶ : ۴۲

[26] حاکم، ابوعبداللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النجم، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ /۱۹۹۰ء، حدیث:۳۷۵۱

[27] محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکشی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) فقہ شافعی اور اس کے اصول کے بڑے عالم تھے۔ آپ ترکی النسل تھے۔ آپ کی تصنیفات میں المحیط، البرہان فی علوم القرآن اور المنثور مشہور ہیں۔ (اعلام للزرکلی، ۶ :۶۰)

[28]زرکشی، بدر الدین محمد بن عبد اللہ، البحر المحیط فی اصول الفقہ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء، ۱ : ۳۰۰

[29]سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث: ۳۸۹۵

[30]شیبانی، محمد بن الحسن بن فرقد، الحجۃ علی اہل المدینۃ، بیروت، عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ، ۳ : ۱۴۲

[31]المرغینانی، علی بن ابی بکرٍ، الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، کراچی، مکتبۃ البشریٰ، ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء، ۳ : ۳۴

[32]ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المختار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء، ۳ : ۶۷

[33]مسلم بن الحجاج النیسابوری، الصحیح، کتاب الحج، باب استئذان فی النکاح، بیروت دار احیاء التراث العربی،

[34]سنن النسائی، کتاب النکاح، باب استئذان البکر فی نفسہا، حدیث: ۳۲۶۱

[35]صحیح البخاری، کتاب الحیل، باب فی النکاح، حدیث: ۶۹۶۹